OPEN ACCESS: Al Khadim Research Journal of Islamic Culture and Civilization
ISSN (ONLINE): 2710-0235 www.arjicc.com ISSN (PRINT): 2710-0227
DOI: https://doi.org/10.53575/arjicc.v3.01(22)u4.32-46

مروجہ نظام تعلیم اور اسلامی نظام تعلیم کے بنیادی ضوابط واصلاحات: ایک تقابلی جائزہ

Basic Rules and Reforms of the Prevailing Education System and the Islamic Education System: A Comparative Review

Dr. Muhammad Noman Khalid
Assistant Professor, AL-GHAZALI UNIVERSITY, Karachi.
Email: muhammadnauman774@gmail.com

Dr. Muhammad Umar Farooq
Assistant Professor, Al-Qadir University Project Trust, Jhelum.
Email: umar.farooq@namal.edu.pk

Dr. Hafiz Muhammad Hussain
Assistant Professor & Head of Islamic Studies Department, University of Lahore, Sargodha Campus.
Email: muhammad.hussain@ais.uol.eud.pk

Received on: 05-01-2022 Accepted on: 06-02-2022

Abstract

On the one hand, the fact that the notion is gaining ground around the world that for education and religious training, it is necessary to integrate the education system with religious traditions, on the other hand, the need for it should be felt in Pakistan too Under the influence of this thinking, an education system is being formed in which Islamic traditions should be taken care of. Meanwhile, the existing institutions of modern education are suffering from many unlawfull manners from the Shariah point of view. In such a situation, it is necessary to research a few issues, with the help of which the features of a new Islamic education system can be clarified. Therefore, it is necessary to set up institutes which are well equipped with modern technology. Furthermore, the departments' duty is to provide both religious and modern education in a perfect manner. Islam has given golden principles for the acquisition of knowledge. For instace, each gender male and female has to make available separate class envirnment. The most important step is to facilitate students to offer them time for prayers which are the basic religious practice of Islam. In addition to the above, it is needed to charge fee according to student financial capacity. The syllabus should decorate with Islamic way of teaching techniques. As a result, it will develop youth mentally and spiritually Islamic ideological. In this article, Islamic rules and the solution to the problems of modern institutions is discribed in Shariah point of view.

Keywords: Faith Based Education System, US, Pakistan, Contemporary Education, Islamic Manners, Sharia Rullings.

ابتدائیہ:

دنیا میں اس وقت واضح طور پر دو قسم کے نظامہائے تعلیم کی بازگشت سنی جارہی ہے: ایک سیکولر نظام تعلیم اور دوسرا مذہبی روایات سے ہم آہنگ (Fatih Based) نظام تعلیم۔ یہ ایک ایسا رجحان ساز تصور (Phenomena) ہے، جو دائرے میں چکر کاٹتے زمانے کے اپنے نکتہ آغاز کی جانب پلٹنے کے مترادف ہے۔ جب دنیا نے مذہب کو دیس نکالا دے کر خود کو مادر پدر آزاد کرنے کی ٹھانی تھی، تب سے مذہب ان کے زندگی کے ہر معاملے سے فارغ قرار پایا تھا۔ دنیائے مغرب کا خیال تھا کہ مذہب ان کی ترقی، ان کی بالاتری، ان کی روایات، ان کی خواہشات اور ان کے عظیم تر مقاصد کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ اسی تصور کے زیر اثر انہوں نے سیاست سے ریاست تک، معیشت سے معاشرت تک اور فرد سے قوم تک ہر طرز زندگی کو مذہب کی قید سے آزاد کر لیا اور گویا سکھ کا سانس لیا۔ تاریخ خود کو دہراتی ہے اور ہر چیز اپنی اصل کی جانب لوٹ کر رہتی ہے۔ سو، تربیت سے عاری تعلیم اور اخلاق و مروت سے عاری مشینی انسانوں سے تھکی ہاری دنیا ایک بار پھر مذہب کی طرف مدد طلب نگاہوں سے دیکھ رہی ہے۔

اسی تناظر میں یہ تقاضا شدید ہو چکا ہے کہ تعلیم وہی ہے، جو مذہبی تربیت کے ہمراہ ہو۔ کالج اور یونیورسٹی کا گریجویٹ اعلیٰ اخلاقی و مذہبی اقدار کا حامل ہو۔ ٹین ایجز (Teenages) سے ینگ ایڈلٹ (Young Adult) کی حدود میں قدم رکھتا نوجوان ہر اس برائی سے بچ سکے، جو عمر کے اس حصے میں آسیب بن کر اس پر چھا جاتی ہے۔ اس کی تنہائیاں پاک ہو سکیں۔ اس کا ایمان مکمل محفوظ ہو۔ سوشل میڈیا کی تباہ کن مصروفیت سے خود کو بچا سکے۔ کریکٹر بلڈنگ (Character Building) نظر انداز نہ ہو۔ اس کی اکیڈمک نالج (Academic Knowledge) اور سپریچوئل وزڈم (Spiritual Wisdome) ساتھ ساتھ ملیں۔[1] یہ ایک حیرت انگیز حقیقت ہے کہ امریکا کی چار بڑی یونیورسٹیوں ہاورڈ (Havard)، ییل (Yale)، پرنسٹن (Princeton) اور براون یونیورسٹی (Brown)، ان چاروں نے مذہبی اسکولز شروع کیے ہیں۔[2] غرض! یوں کہا جا سکتا ہے کہ معاشرہ ایک لمبی مدہوشی سے بیدار ہو رہا ہے اور انہی خطوط پر واپس جانا چاہتا ہے، جہاں سے اس نے ایک بھول بھلیاں کا رخ کیا تھا۔ اور بلاشبہ یہ ایک نیچرل فنامنا (Natural Phenomena) ہے۔ ہر والدین کے دل کی آواز ہے۔

چونکہ مسلم ممالک، بالخصوص پاکستانی معاشرے کی یہ روایت ہے کہ یہ مغربی معاشرے کو اپنے ہاں تبدیلی لانے کے لیے آئیڈیل سمجھتا ہے۔ چنانچہ مغربی معاشرے میں سوچ کی یہ تبدیلی ہمارے ملک میں بھی اثر انداز ہو رہی ہے اور اسکولنگ سے لے کر یونیورسٹی کی سطح تک مذہبی یعنی اسلامی روایات کو زندہ کرنے کی فکر پائی جارہی ہے۔ یہاں بھی سیکولر نظام تعلیم کو تربیت کش (Destroyer of religious thought) نظام کے طور پر باور کر لیا گیا ہے۔ ہم پاکستان میں دیکھ رہے ہیں کہ "دنیاوی تعلیم مع دینی تربیت" (Contemporary Education along with Spiritual Guidance) کی اسی سوچ کو لے کر ادارہ جاتی نظام (Institutional Setup) میں دو طرح کی تبدیلیاں آرہی ہیں: ایک نصاب و نظام میں ایک مناسب تبدیلی کی جارہی ہے، جس سے اسلامیات و قرآنیات

کے موضوعات کو ترجیحاً شامل کیا جائے اور اس کے ذریعے نوجوانوں کو تربیت کا ماحول فراہم کیا جائے۔[3] دوسرا یہ کہ ایسے نئے ادارے قائم کیے جائیں، جن کی بنیاد ہی اسلامی نظام تعلیم پر رکھی جائے۔ نئے اداروں کے قیام کے تئیں ہم دو طرح کے اقدامات دیکھ رہے ہیں: ایک کنونشنل سیٹ اپ سے تعلق رکھنے والے اکیڈمیا کے لوگ اسلامی طرز کے ادارے قائم کرنے جا رہے ہیں[4]، دوسرے، دینی تعلیمی اداروں سے تعلق رکھنے والے مدارس سے ہٹ کر عصری تعلیم کے ایسے مستقل ادارے قائم کر رہے ہیں، جو دینی ماحول میں عصری تعلیم کا فریضہ سر انجام دے سکیں۔[5]

جب یہ سوچ اور فکر معاشرے میں پوری طرح کارفرما ہو چکی ہے اور اس کو عملی جامہ پہنانا عوامی امنگوں کے عین مطابق ہے تو ضروری ہے کہ ایک مثالی اسلامی نظام تعلیم کا خاکہ پیش کیا جائے اور شریعت کی روشنی میں موجودہ نظام تعلیم میں جو خامیاں موجود ہیں، ان کی نشان دہی کی جائے۔ زیر نظر تحقیقی مضمون میں ہم ان تمام خطوط اور امور کی نشان دہی کریں گے، جو اسلامی نظام تعلیم کا طرہ امتیاز بن سکتی ہیں اور ان امور کا بھی تحقیقی جائزہ لیں گے، جو مروجہ نظام میں غیر شرعی طور پر رائج ہیں اور ان سے اپنے نظام کو پاک اور صاف کرنے کی ضرورت ہے۔

عصری تعلیمی ادارے قائم کرنے کی شرعی حیثیت:

اسلام ایک جامع مذہب ہے، اس میں اپنے دین پر عمل کرنے کے ساتھ ساتھ نہ صرف دنیوی علوم وفنون کو حاصل کرنے کی اجازت، بلکہ جائز مقاصد کے پیشِ نظر اس کو مستحسن قرار دیا گیا ہے، لہٰذا اسلام کی ترقی اور شان و شوکت کے ارادے سے دنیوی علوم حاصل کرنا باعثِ ثواب ہے، اس کا قرآن وحدیث سے بھی ثبوت ملتا ہے، چنانچہ قرآنِ مقدس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **وأعدوا لهم ما استطعتم من قوة**[6].

یعنی تم دشمن کے مقابلے کے لیے جتنی تم سے ہو سکے قوت تیار کر کے رکھو، اس آیت کی تفسیر میں علامہ آلوسی اور دیگر مفسرین کرام رحمہم اللہ نے لکھا ہے کہ اس میں ملک و قوم کی حفاظت کے لیے جدید اسلحہ اور بندوق وغیرہ کے ذریعے گولی وغیرہ چلانا بھی شامل ہے۔[7]

اسی طرح احادیثِ مبارکہ میں بھی کا تیر اندازی اور گھوڑ سواری اور دیگر چیزیں سیکھنے کی باقاعدہ ترغیب دی گئی ہے، چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہے:

عمن سمع عقبة بن عامر، يقول: خطب رسول الله صلى الله عليه وسلم فقرأ {وأعدوا لهم ما استطعتم من قوة} فقال: «ألا إن القوة الرمي ألا إن القوة الرمي»[8]

ترجمہ: ایک شخص نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرما رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ خطبہ دیا اور قرآن کی یہ آیت {وأعدوا لهم ما استطعتم من قوة} پڑھی اور پھر فرمایا: خبردار بے شک قوت پھینکنے میں ہے، خبردار بے شک قوت پھینکنے میں ہے۔

مذکورہ بالا حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے واضح طور پر امت کو دشمن کے مقابلہ کی تیاری اور طاقت جمع کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ آج کے دور میں سائنس اور ٹیکنالوجی کے حصول کے بغیر ممکن نہیں۔

جہاں تک عصری علوم کے حصول کے لیے اسلامی طرز پر ادارے قائم کرنے کے واجب یا مستحب ہونے کا تعلق ہے تو وہ حالات کے تقاضا اور ضرورت پر موقوف ہے، اگر مسلمانوں کے پاس دشمن کا مقابلہ کرنے کی طاقت اور سامان موجود ہو تو ایسے ادارے بنانا مستحب ہوگا، لیکن اگر

اتنی طاقت نہ ہو، (جیسا کہ عصرِ حاضر کی صورتِ حال ہے) تو چونکہ آج کل سائنس اور ٹیکنالوجی کا دور ہے، اس لیے اس صورت میں مطلوبہ طاقت کے حصول تک ان اداروں کا بقدرِ ضرورت قیام امتِ مسلمہ پر لازم اور واجب ہو گا، جس سے آج کے حالات کے مطابق سائنس اور ٹیکنالوجی کی تعلیم حاصل کر کے دشمن کا مقابلہ کیا جاسکے، کیونکہ دشمن کے مقابلے کی تیاری کرنا پوری امت کی ذمہ داری ہے، اسی طرح اسلام کی تبلیغ اور اشاعت کے لیے دیگر زبانوں اور کمپیوٹر کا فن سیکھنا بھی امت کے ذمہ لازم ہے۔ البتہ یہ ضروری نہیں کہ اس مقصد کے لیے عصری رواج کے مطابق اسکول اور کالجز ہی بنائے جائیں، بلکہ ایسے مدارس بھی قائم کیے جاسکتے ہیں جن میں دینی اور دنیوی دونوں قسم کے علوم کی تعلیم دی جائے۔

اسلامی اداروں کے لیے نصاب کا تعین:

اسلامی اداروں کے لیے ایسے جامع نصاب کا تعین ہونا چاہیے جو مسلم معاشرے کی دینی اور دنیوی دونوں ضرورتوں کو پورا کرے، لہذا قرآن و سنت کی بنیادی تعلیم کے ساتھ ساتھ شریعت کی حدود کے اندر رہتے ہوئے دیگر علوم کی بقدرِ ضرورت کتب پر مشتمل نصاب ہونا چاہیے، جس میں اس بات کا اہتمام ضروری ہے کہ وہ نصاب اسلامی اصولوں اور احکامات سے متصادم نہ ہو، لہذا غیر شرعی افکار مثلاً: ڈارون ازم، فرائڈ کا نظریہ جنس، غیر اخلاقی مضامین مثلاً میوزک، ڈانس اور جنسی تعلیم وغیرہ کی کتب نصاب میں شامل کرنا جائز نہیں۔ نیز عصر حاضر میں حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ عصری تعلیمی اداروں میں رائج نصاب سے غیر شرعی مضامین پر مشتمل کتب کو خارج کرے، اگر حکومت اس بات کی طرف توجہ نہ دے تو ایسی صورتِ حال میں اساتذہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ خلافِ شرع مضامین کی تدریس کے دوران باطل اور غلط نظریات اور مضامین کی تردید کریں اور طلباء کے سامنے ان سے متعلق اسلامی تعلیمات کی وضاحت کریں، تاکہ طلباء پر ان نظریات وافکار کا باطل ہونا واضح ہو جائے۔

مخلوط نظامِ تعلیم:

عصری درسگاہوں میں شروع سے آخر تک یا کم سے کم ابتدائی درجات اور یونیورسٹی کی تعلیم میں مخلوط نظام ہوتا ہے، لڑکے اور لڑکیاں ایک ساتھ کلاسوں میں پڑھتے ہیں، کھیل کے میدان میں اور چائے خانوں میں آپس میں ملتے جلتے ہیں، مخلوط نظام تعلیم کا ایک سبب تو مادیت، دین بیزاری اور اخلاقی انحطاط ہے، وہیں دوسرا سبب یہ ہے کہ جداگانہ نظام تعلیم میں زیادہ اساتذہ، عملہ، کلاس روم وغیرہ کی ضرورت پڑتی ہے اور بعض دفعہ انتظامیہ اس کا نظم کرنے سے قاصر ہوتی ہے، تو کیا ان دونوں میں سے کسی سبب کے تحت مخلوط تعلیم کا نظام درست ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام حیاء اور پاکدامنی کی اہمیت پر بہت زور دیتا ہے، اسی لیے شریعت میں پردے کا حکم بہت اہمیت کا حامل ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مقدس میں اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ:

{يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ}[9]

ترجمہ: اے نبی ﷺ! آپ اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں کو حکم دیدیجیے کہ (جب باہر نکلیں تو) اپنے اوپر بڑی چادریں اوڑھ

لیں۔ لہذا سوال میں ذکر کردہ وجوہ کی بناء پر لڑکے اور لڑکیوں کے لیے مخلوط تعلیمی نظام اور مخلوط ادارے بنانا جائز نہیں۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ کس عمر سے بچے اور بچیوں کی کلاسیں علیحدہ ہونی چاہیئں تو اس کا حکم یہ ہے کہ جب بچہ اور بچی مرد وعورت کے پوشیدہ معاملات کو سمجھنے لگ جائے تو ان کو مخلوط رکھنا درست نہیں اور حدیثِ پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی حد سات سال کی عمر ہے، کیونکہ حدیثِ پاک میں بچے اور بچی کے دس سال کی عمر کو پہنچنے پر ان کے بستر علیحدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «مروا أولادكم بالصلاة وهم أبناء سبع سنين، واضربوهم عليها، وهم أبناء عشر وفرقوا بينهم في المضاجع»[10]

ترجمہ: حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سات سال کی عمر میں اپنے بچوں کو نماز کا حکم کرو اور دس سال کی عمر میں ان کو نماز چھوڑنے پر مارو اور ان کے بستر ایک دوسرے سے جدا جدا کردو۔

جداگانہ نظام تعلیم کی ممکنہ صورتیں:

جداگانہ نظام کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں:

☆لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے الگ الگ بلڈنگ ہو اور کلاسز بھی علیحدہ علیحدہ ہوں۔

☆دونوں کے لئے الگ الگ کلاس روم ہوں، داخل ہونے اور نکلنے کے دروازے اور قضائے حاجت کے مقامات الگ ہوں، لیکن بلڈنگ ایک ہی ہو۔

☆ایک ہی بلڈنگ اور ایک ہی کلاس روم ہو، لیکن طلبہ وطالبات کی نشستوں کے درمیان مستقل یا عارضی ایسی دیواریں ہوں کہ ایک استاذ دونوں کو پڑھا سکے، یا آگے لڑکوں کی نشستیں ہوں اور پیچھے لڑکیوں کی نشستیں ہوں، باقی آمدورفت کے راستے وغیرہ الگ الگ ہوں۔

مذکورہ صورتوں میں سے لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے جداگانہ نظامِ تعلیم کی پہلی صورت بہتر ہے، یعنی ہر جنس کے لیے بلڈنگ اور کلاسز دونوں علیحدہ علیحدہ ہوں۔ (جیسا کہ دینی مدارس میں ہوتا ہے) البتہ اس کی بھی گنجائش ہے کہ دونوں کے لئے الگ الگ کلاس روم ہوں، داخل ہونے اور نکلنے کے دروازے اور قضائے حاجت کے مقامات الگ ہوں، لیکن بلڈنگ ایک ہی ہو۔ نیز طلباء کو پڑھانے والے مرد اساتذہ اور طالبات کو پڑھانے والی خواتین ہونی چاہیئیں۔

اس کے علاوہ تیسری صورت میں مفاسد اور فتنہ کا شدید اندیشہ ہے، کیونکہ آج کل الیکٹرانک میڈیا اور انٹرنیٹ کے بسہولت میسر ہونے کے باعث فحاشی وعریانی عام ہو چکی ہے، اس لیے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو آپس میں اختلاط سے بچانا از حد ضروری ہے۔ شریعت میں اس سے منع فرمایا گیا ہے۔[11]

تعلیم کے لیے بچے کی عمر کم لکھوانا:

عصری تعلیمی اداروں میں داخلے کے لئے ایک خاص عمر بھی لازم کردی گئی ہے، مثلاً نرسری میں صرف وہ بچہ داخل ہوگا جو چار سال سے کم عمر

کا ہے، اب اگر کوئی بچہ عمر کی اس حد کو پار کر چکا ہے تو سرپرست ایسے بچے کی عمر کم کر کے لکھواتے ہیں اور والدین جھوٹا حلف نامہ داخل کرنے پر مجبور ہوتے ہیں کہ بچہ صرف تین سال کا ہے، پھر ساری عمر اس کی یہی غلط تاریخ پیدائش ہر جگہ درج ہوتی رہتی ہے۔

اس سلسلے میں یہ بات یاد رہے کہ شریعت میں جھوٹ اور غلط بیانی کی سخت تردید اور مذمت کی گئی ہے اور اس کے بارے میں قرآن وحدیث میں شدید وعیدیں آئی ہیں، لہذا تعلیم وغیرہ کے لیے بچے کی عمر غلط لکھوانا جائز نہیں اور پھر جھوٹا حلف نامہ بنوانا اور بھی سخت گناہ ہے۔ لہذا اس سے بچنا ضروری ہے، خصوصاً جبکہ یہ گناہ متعدی ہو، کیونکہ اس ایک گناہ کی وجہ سے ساری عمر غلط بیانی کا ارتکاب لازم آتا ہے۔ اس طرح غلط عمر لکھوانے کی ساری ذمہ داری والدین پر ہوگی۔ اور ساری عمر بچے کے جھوٹ بولنے کا گناہ بچے کے ساتھ والدین کو بھی ہوگا، کیونکہ وہی اس جھوٹ کا سبب بنے ہیں، جبکہ جھوٹ کی شریعت میں سخت مذمت کی گئی ہیں، چنانچہ علامہ سرخسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إن الكذب حرام لا رخصة فيه۔[12]

ترجمہ: بے شک جھوٹ حرام ہے، اس کی کسی بھی صورت میں رخصت نہیں ہے۔

لہذا والدین پر لازم ہے کہ وہ بچے کی تعلیم کا بروقت انتظام کریں، عمر زیادہ ہونے کی صورت میں کسی ایسے اسکول میں داخل کروائیں جہاں پر مخصوص عمر کی شرط نہ ہو یا کسی سفارش وغیرہ کے ذریعہ اسکول میں بچے کی پوری عمر لکھوائیں، ورنہ غلط بیانی کا گناہ والدین کو بھی ہوگا، کیونکہ حدیثِ پاک میں ارشاد ہے:

من سن سنة سيئة كان عليه وزرها، ومثل وزر من عمل بها، من غير أن ينقص من أوزارهم شيء".[13]

ترجمہ: جس شخص نے کسی برے کا کام کا آغاز کیا اس کا گناہ اسی پر ہوگا، نیز اس پر عمل کرنے والے کے برابر مزید بھی اس کو گناہ ملے گا اور اس گناہ کا ارتکاب کرنے والے کے گناہ میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

اسکول وکالجز کی مخصوص یونیفارم:

اسکول وکالجز میں داخل ہونے والے بچوں کے لئے مخصوص لباس یونیفارم لازم ہے، اس میں بعض ادارے ٹائی کو لازم کرتے ہیں، لڑکیوں کو اسکرٹ پہننا ہوتی ہے اور لڑکوں کو نیکر پہننا ضروری قرار دیتے ہیں، اگر کوئی طالب علم شریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے ساتر لباس پہنے، یا کوئی طالبہ برقعہ پہننا چاہے تو اس کو خلافِ ڈسپلن کہہ کر باہر کر دیا جاتا ہے، اب تو بعض اسکولوں میں اسکارف پہننے کو بھی منع کیا جاتا ہے، یہ مسلمانوں کے زیر انتظام اسکولوں میں ہوتا ہے، اور غیر مسلم انتظامیہ کے تحت چلنے والے اسکولوں میں بھی، اب سوال یہ ہے کہ یونیفارم مقرر کرنے کے کیا اصول وضوابط ہوں گے، جو شریعت کے مطابق بھی ہوں اور ایسے دیدہ زیب بھی ہوں کہ دوسرے اسکولوں میں پڑھنے والے بچوں کے یونیفارم دیکھ کر اسلامی اسکولوں میں تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ احساس کمتری میں مبتلا نہ ہوں، نیز اگر اسکول کا انتظام مسلمانوں کے ہاتھ میں نہ ہو اور اسلامی اسکول موجود نہ ہوں تو مسلمان طلبہ وطالبات اور ان کے اولیاء کے لئے کیا حکم ہوگا؟ اس سلسلہ میں مرد اور عورت دونوں کے لیے شریعت کے لباس سے متعلق جدا جدا احکام ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

مرد کے لیے ہر ایسا لباس پہننا جائز ہے جس سے اعضائے مستورہ ظاہر نہ ہوں۔ لہذا بہتر یہ ہے کہ لڑکوں کے لیے شلوار اور قمیص یا شلوار اور کُرتا بطورِ یونیفارم لازم کرنا چاہیے، تاہم اگر ایسا کرنا مشکل ہو تو پینٹ شرٹ اور ٹائی پہننے کو بھی یونیفارم کے طور پر نافذ کرنے کی گنجائش ہے، کیونکہ اب یہ غیر مسلم قوم کا شعار نہیں رہا، البتہ اس میں یہ شرط ہے کہ پینٹ اتنی چست نہ ہو کہ جس سے اعضائے مستورہ کی بناوٹ ظاہر ہوتی ہے۔

عورت کو عام حالات میں چونکہ اجنبی شخص سے پردہ کرنے کا حکم ہے، اس لیے بازار وغیرہ جاتے وقت عورت کو اپنا تمام جسم چھپانے کا حکم دیا گیا ہے، لہذا لڑکیوں کی یونیفارم میں شلوار اور قمیص کے ساتھ نقاب کا ہونا بھی ضروری ہے۔ نیز لڑکیوں کے لیے پینٹ شرٹ اور اسکرٹ کو بطورِ یونیفارم نافذ کرنا درست نہیں، کیونکہ عورت کے لیے یہ خلافِ شریعت لباس ہے۔ یہ حکم بالغ بچیوں کے لیے ہے، چھوٹی بچیوں (جو شہوت کی حد تک نہ پہنچی ہوں) کے لیے صرف چہرہ کھلا رکھنا جائز ہے۔ عورت کے لیے ایسا لباس پہننا جس سے اعضاء نظر آتے ہوں حدیث میں اس کو قیامت کی علامات میں سے قرار دیا ہے، چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " صنفان من أهل النار لا أراهما بعد، نساء كاسيات عاريات، مائلات، مميلات، على رءوسهن أمثال أسنمة البخت المائلة، لا يرين الجنة، ولا يجدن ريحها۔ [14]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اہل جہنم کی دو قسمیں ہیں جن کو میں تمہارے بعد دیکھتا ہوں: ان میں سے ایک وہ عورتیں ہیں جو کپڑے پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی وہ مردوں کی طرف مائل ہونے والی اور مردوں کو اپنی طرف مائل کرنے والی ہوں گی، ان کے سروں کے اوپر بختی اونٹ کی کوہان کی طرح چوٹیاں ہوں گی، وہ جنت کو نہ دیکھیں گی اور نہ ہی جنت کی خوشبو سونگھیں گی۔

اسکولوں میں گراں قدر فیس کا ہونا:

ان اسکولوں میں طلباء سے داخلہ فیس، ماہانہ فیس، ٹرم فیس، ٹرانسپورٹ فیس، مطبخ فیس، امتحان فیس وغیرہ کے نام سے مختلف فیسیں لی جاتی ہیں اور داخلہ فیس کی مقدار بعض اوقات بہت زیادہ ہوتی ہے، یہ رقم تعمیر، اسٹیشنری، تزئین کاری اور جدید وسائل مثلاً کمپیوٹر لیب وغیرہ خریدنے میں بھی صرف ہوا کرتی ہے، داخلہ فیس دینے والا فیس دے کر محدود عرصہ تک اس سے مستفید ہوتا ہے، پھر وہ اسکول سے چلا جاتا ہے، فیس کی بڑھتی ہوئی اس مقدار نے غریب ہی نہیں متوسط طبقہ کے لوگوں کے لئے بھی اپنے بچوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنا مشکل سے مشکل تر کر دیا ہے۔

اب حل طلب مسئلہ یہ ہے کہ کیا تعلیم کو خدمت کے بجائے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ نفع دینے والی تجارت بنالینا جائز ہے؟ اس سلسلہ میں اصولی طور پر حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ حصولِ تعلیم کے مواقع کو آسان بنائے، سرکاری اسکولوں اور کالجوں میں تعلیمی ماحول کو بہتر سے بہتر بنائے اور تعلیم کے لیے کم سے کم فیس مقرر کرے، تاکہ معاشی حوالے سے متوسط اور غریب طلباء بھی بسہولت تعلیم حاصل کر سکیں۔ تاہم اگر حکومت ایسا انتظام نہیں کرتی تو یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ تعلیم کو ذریعہ معاش بنانا اسلام کے مزاج کے خلاف ہے، یہی وجہ ہے

کہ آج کل غریب گھرانوں سے تعلق رکھنے والے طلباء بہت بڑی مقدار میں فیس برداشت نہ کرنے کی وجہ سے بالکل تعلیم سے محروم یا کم از کم اچھی تعلیم حاصل کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔

ایسی صورتِ حال میں اگر کوئی شخص اپنا پرائیویٹ تعلیمی ادارہ بناتا ہے تو اس کو چاہیے مناسب نفع کے ساتھ فیس وصول کرے، لیکن اگر وہ اچھا انتظام اور بہتر تعلیمی ماحول مہیا کرنے کے باعث کچھ زیادہ فیس لیتا ہے تو وہ رقم اس کے لیے حرام نہیں، کیونکہ امیر گھرانوں سے تعلق رکھنے والے لوگ از خود اپنی مرضی سے اپنے بچوں کو ایسے اداروں میں داخل کرواتے ہیں۔

طالبِ علم کے غیر حاضر رہنے کے باوجود ماہانہ فیس پوری وصول کرنا:

ایک قابل توجہ مسئلہ یہ بھی ہے کہ ماہانہ فیس لے کر بعض دفعہ طالب علم کسی وجہ سے غیر حاضر ہو جاتا ہے، مگر اس کا ٹیچر کلاس میں آتا رہا ہے تو کیا غیر حاضر طالب علم سے ماہانہ تعلیم وغیرہ کی فیس یا ٹرانسپورٹ فیس لینا درست ہوگا؟ حالانکہ دونوں نے اس سے استفادہ نہیں کیا ہے؟

شرعی نقطۂ نظر سے اسکول انتظامیہ کا طلباء/والدین کے ساتھ معاملہ اجارہ کا ہوتا ہے، جب ایک بچہ اسکول میں داخلہ لے لیتا ہے تو سال بھر کے لیے اجارہ کا معاملہ منعقد ہو جاتا ہے، اب اگر طالبِ علم کسی وجہ سے اسکول سے استفادہ نہ کر سکے تو وہ مکمل فیس دینے کا پابند ہوگا، کیونکہ فقہائے کرام رحمہم اللہ نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص گھر کرایہ پر لے، پھر وہ اس کو استعمال نہ کرے تو بھی مالک یعنی موجر اس سے پوری اجرت لینے کا حق دار ہے، کیونکہ اس نے اپنا گھر اس کے سپرد کر دیا تھا، کیونکہ عقدِ اجارہ منعقد ہونے کے بعد اس گھر سے نفع اٹھانے کا حق مستاجر کا تھا، گھر خالی رکھنے سے وہ کرایہ میں کمی کا مستحق نہیں ہوگا۔[15]

اس طرح طالب علم کے ساتھ اجارہ کا معاملہ طے ہو جانے کے بعد جب اسکول کی انتظامیہ نے طالب علم کو اسکول سے استفادہ کا مکمل اختیار دیا تھا اور اس کی تعلیمی ضروریات پوری کی تھیں، طالب علم کے غیر حاضر یا رخصت پر رہنے کی ذمہ داری اسکول انتظامیہ پر عائد نہیں ہوتی۔ لہذا اسکول انتظامیہ کا ایسے طلباء سے مکمل فیس وصول کرنا جائز ہے۔

البتہ اگر اسکول کسی وجہ سے معمول سے ہٹ کر مہینے کے چند ایام میں بند رہے تو اس صورت میں انتظامیہ کو پورے مہینے کی فیس وصول کرنے کا اختیار نہیں، کیونکہ اب انتظامیہ کی طرف سے اسکول سے فائدہ اٹھانے میں رکاوٹ آئی ہے، لہذا اتنے دنوں کے حساب سے فیس کم کرنا ضروری ہے۔

مستحق طلباء کو زکوۃ کی رقم دینا:

عصری تعلیمی اداروں میں تعلیم پانے والے بہت سے بچے غریب ہوتے ہیں، جو اپنی تعلیم کے اخراجات کے متحمل نہیں ہوتے تو کیا ایسے بچوں پر زکوۃ کی رقم خرچ کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اگر کی جاسکتی ہے تو اس کا کیا طریقہ کار ہونا چاہیے؟ اس کا جواب یہ کہ مستحق طالب علم کو زکوۃ دی جا سکتی ہے اور شرعی نقطۂ نظر سے اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں:

پہلی صورت: اگر طالبِ علم نابالغ ہو تو ہر ایسے بچے کو زکوۃ دی جاسکتی ہے جو ہاشمی (سیّد) نہ ہو اور اس کی اور اس کے باپ کی ملکیت میں ساڑھے

باون تولے چاندی کی مالیت کے بقدر سونا، چاندی، نقدی، سامانِ تجارت اور ضرورت سے زائد سامان (جو سال بھر استعمال میں نہ آئے) نہ ہو، اسی طرح اس کی ملکیت میں ان میں سے کوئی سی دو ایسی اشیاء نہ ہوں جن کی مجموعی مالیت ساڑھے باون تولے چاندی کی مالیت کے برابر یا اس سے زیادہ ہو۔[16]

دوسری صورت: اگر طالب علم بالغ ہو تو اس کو زکوۃ دینے کے لیے صرف اس کی اپنی ملکیت کا اعتبار ہو گا، خواہ اس کا باپ امیر ہو یا غریب۔ لہذا اس کی ملکیت میں مذکورہ بالا چیزوں میں سے ایسی کوئی ایک یا دو چیزیں نہیں ہونی چاہییں جن کی مجموعی مالیت ساڑھے باون تولے چاندی کی مالیت کے برابر یا اس سے زیادہ ہو، نیز وہ ہاشمی بھی نہ ہو۔[17]

یہ بات یاد رہے کہ مستحقِ زکوۃ بچوں کو زکوۃ کی رقم یا اس سے خریدے گئے سامان کا باقاعدہ مالک اور قابض بنانا ضروری ہے، کسی طالبِ علم کی فیس ادا کرنے یا علاج معالجہ میں زکوۃ کی رقم صرف کرنے سے زکوۃ ادا نہیں ہو گی۔ اس کے لیے بہتر یہ ہے کہ مستحقِ زکوۃ طلباء سے زکوۃ کی وصولی کے لیے وکالت فارم پُر کروالیا جائے، اس کے بعد آپ کے لیے زکوۃ کی رقم دیگر بچوں مثلا: سید گھرانے سے تعلق رکھنے والوں کو بھی دی جاسکتی ہے اور پھر اسکول کے دیگر مصارف پر خرچ کرنے کی بھی گنجائش ہو گی۔[18]

اسکولوں میں جنسی تعلیم دینا:

عالمی سطح پر یہ رجحان پروان چڑھ رہا ہے کہ بچوں کو جنسیات کی تعلیم بھی دینی چاہئے، ہمارے ملک کے نصاب میں اس مضمون کو بھی شامل کر دیا گیا ہے، اور ہو سکتا ہے کہ پرائیویٹ تعلیمی اداروں میں بھی اس کو لازم کر دیا جائے، اس کی ایک وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ بڑھتی ہوئی اخلاقی بے راہ روی کی وجہ سے زنا اور خلاف فطرت فعل وغیرہ کے واقعات بڑھتے چلے جارہے ہیں، اور اس کی وجہ سے مختلف بیماریاں پیدا ہو رہی ہیں، اس لئے طلبہ وطالبات کو اس کی حقیقت سمجھانے کی ضرورت ہے، یہ افسوس کی بات ہے کہ اخلاقیات کی تعلیم دینے اور برائی سے بچانے کے بجائے برائی کے محفوظ راستے تلاش کئے جارہے ہیں۔

لہذا یاد رہے کہ بچوں کو جنسی تعلیم دینے کا اقدام انتہائی غیر مناسب اور اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے، بچوں اور بچیوں کو جنسی تعلیم دینے سے فحاشی اور عریانی کا بازار مزید گرم ہو گا، یہ بات بالکل خلافِ عقل ہے کہ جنسی تعلیم دینے سے زنا اور بدکاری کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ لہذا حکومت کو ایسی کتابیں نصاب میں شامل کرنا جائز نہیں، بلکہ بالغ اور قریب البلوغ بچوں اور بچیوں کے لیے بالغ ہونے کے بعد لازم ہونے والے شرعی احکامات سے متعلق کتب داخلِ نصاب کرنی چاہئیں، مثلاً: نماز اور روزہ وغیرہ کا فرض ہونا، لڑکی کے لیے اجنبی لوگوں سے پردے کا ضروری ہونا، پاکی اور ناپاکی سے متعلق مسائل وغیرہ۔ اس کے علاوہ ایسی کتب بھی شامل کی جاسکتی ہیں جن میں زنا اور فحاشی کے دنیوی اور اخروی نقصانات بیان کیے گئے ہوں۔ اس لیے اسلامی تعلیمی اداروں کو ایسی کتاب مرتب کرنی چاہیے کہ جس میں بلوغ اور قریب البلوغ لڑکوں اور لڑکیوں سے متعلق شرعی احکام، اخلاقی ہدایات، عفت و پاکیزگی کی اہمیت اور بے عفتی پر اخروی نقصان کے ساتھ ساتھ دنیوی مضرتوں کو واضح کیا جائے۔

طلباءاور طالبات کے درمیان کھیلوں کے مخلوط پروگرام:

عصری اسکولوں میں تفریحی، طبّی سرگرمیوں کے نام پر وقتاً فوقتاً بچوں کی دوڑ، سائیکل ریس، دوسرے شہروں کی سیر اور مختلف کھیلوں کے مقابلے کرائے جاتے ہیں جس میں طلبہ وطالبات کا اختلاط بھی ہوتا ہے، اس سلسلے میں یاد رکھنا چاہیے کہ مسلمان انتظامیہ پر لازم ہے کہ بچوں اور بچیوں کے لیے ضرورت کے بقدر پردے کا اہتمام کرتے ہوئے مناسب کھیلوں اور تفریحی پروگراموں کا انتظام کرنا جائز ہے، لیکن طلبہ و طالبات کے درمیان کھیلوں کے مخلوط پروگرام کروانا جائز نہیں۔ نیز لڑکوں اور لڑکیوں کے کھیل ان کی مناسبت سے ہونے چاہیئں، چونکہ اللہ تعالیٰ دونوں کو علیحدہ علیحدہ خصوصیات سے نوازا ہے، لہذا ہر جنس کے لیے اس کی خصوصیات کی مناسبت سے کھیل کا انتخاب کرنا چاہیے۔ لہذا لڑکیوں کے لیے گھریلو اور خانہ داری کے امور سے متعلق کھیل کا انعقاد کرنا زیادہ بہتر ہے۔

تعلیم کے لیے ڈیجیٹل، تصویرِ منقش اور مجسم کا استعمال:

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ نصاب تعلیم میں ابتدائی درجات کے بچوں کے لئے ایسی کتابیں نصاب میں شامل کرنے کی گنجائش ہونی چاہیے جن میں جانوروں کی تصاویر اور اعضاء انسانی کی تصاویر ہوتی ہیں کیونکہ آج کل ایسے نصاب کا ملنا بہت دشوار ہے جس میں کسی جاندار کی تصویر نہ ہو اور بعض مقامات پر تصویر کی ضرورت بھی ہوتی ہے کہ تصویر سے بچوں کو وہ سبق بہت جلد سمجھ میں آجاتا ہے، سوال یہ ہے کہ کیا تعلیمی مقاصد کے لئے کسی چیز پر نقش کئے بغیر ڈیجیٹل تصویر کے ذریعہ کام لیا جاسکتا ہے؟ اسی طرح آج کل ابتدائی درجات کے بچوں کے لئے پلاسٹک یا لکڑی کے مجسمے- جو جانوروں کے بھی ہوتے ہیں- کلاسوں میں رکھے جاتے ہیں تاکہ بچے جانوروں کے نام پڑھتے ہوئے ان کے مجسمے بھی دیکھ لیں، اس کو جدید طریقہ تعلیم میں بڑی اہمیت دی جاتی ہے، کیا یہ مجسمے کلاسوں میں مہیا کرنا جائز ہوگا؟

اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ تصویر کے معاملے میں اسلام کا موقف بہت سخت ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ تصویر سازی سے شرک کا راستہ کھلتا ہے، چنانچہ احادیثِ مبارکہ میں تصویر کی شدید مذمّت بیان کی گئی ہے، ایک حدیث میں وارد ہے کہ :

عن أبي هريرة، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " تخرج عنق من النار يوم القيامة لها عينان تبصران وأذنان تسمعان ولسان ينطق، يقول: إني وكلت بثلاثة، بكل جبار عنيد، وبكل من دعا مع الله إلها آخر، وبالمصورين-[19]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن جہنم سے ایک گردن نکلے گی، جس کی دو آنکھیں ہوں گی، جن سے وہ دیکھے گی، دو کان ہوں گے، جن سے وہ سنیں گی، اور وہ کہے گی کہ مجھے تین قسم کے لوگوں پر مسلط کیا گیا ہے: ا۔ ہر متکبر اور ضدی پر، اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانے والے پر اور تصویر بنانے والے پر۔

لہذا حصولِ تعلیم کے لیے ایسی پرنٹ شدہ تصاویر یا مجسموں (جن میں نقوش بالکل واضح ہوں) کا استعمال جائز نہیں، کیونکہ ان تصاویر کی حرمت پر جمہور فقہائے کرام رحمہم اللہ کا اتفاق ہے، اس لیے پلاسٹک، لکڑی یا کپڑے وغیرہ کے مجسمے بنانا یا کتاب پر جاندار کی تصاویر بنا کر ان کے ذریعہ بچوں کو تعلیم دینا جائز نہیں، اس سے بچنا ضروری ہے۔ البتہ اگر چہرے کے نقوش واضح نہ ہوں تو استعمال کی گنجائش ہے۔

اسی طرح ضرورت کے پیشِ نظر ڈیجیٹل تصویر کو استعمال میں لایا جا سکتا ہے، کیونکہ اس تصویر کی حرمت میں عصرِ حاضر کے علمائے کرام رحمہم اللہ کا اختلاف ہے، بعض حضرات اس کو تصویرِ محرم میں شامل کر کے ناجائز کہتے ہیں، جبکہ دیگر بعض اس کو تصویر کی تعریف میں شامل نہیں کرتے۔ لہذا بوقتِ ضرورت ان علمائے کرام کے قول پر عمل کرتے ہوئے ڈیجیٹل تصویر سے فائدہ اٹھانے کی گنجائش ہے۔

لڑکیوں کو خانہ داری سے متعلق تعلیم دینے کی شرعی حیثیت:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے عورت کو امورِ خانہ داری بجالانے کی ذمہ داری سپرد کی گئی ہے، اسی لیے حکومت، قضاء، امامت اور معاشرے کا نظم ونسق چلانے سے متعلق دیگر سب امور مرد کے سپرد کیے گئے ہیں، لہذا اصولی طور پر طالبات کو دین کی بنیادی اور ضروری تعلیم دینے کے بعد سوال میں ذکر کردہ امور مثلا: سلائی، کڑھائی، پکوان، امور خانہ داری میں مہارت اور اولاد کی تربیت وغیرہ سے متعلق تعلیم دینی چاہیے، اس لیے مسلمان اداروں کی انتظامیہ کو ان امور کی تعلیم کا انتظام کرنا چاہیے۔

جہاں تک اس کو واجب یا مستحب قرار دینے کا تعلق ہے تو اس کو مستحب لغیرہ کہا جا سکتا ہے، کیونکہ ان امور کو سیکھنے سے عورت ازدواجی زندگی اچھی طرح گزار سکتی ہے اور شرعی نقطۂ نظر سے عورت کو ایسی تعلیم دینا اچھی بات ہے جو اس کے لیے ازدواجی زندگی کو اچھے طریقے سے نبھانے میں معاون ثابت ہو، کیونکہ ازدواجی زندگی کا قیام شریعت کی نظر میں مطلوب اور اس کو توڑنا مذموم ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ ضرورت کی حد تک دنیوی تعلیم بھی عورت کو حاصل کرنا چاہیے، کیونکہ آج کل بعض شعبوں میں خواتین کا ہونا بھی ضروری ہے، جیسے اگر کوئی طالبہ میڈیکل کی تعلیم حاصل کرلے تو علاج معالجہ اور آپریشن وغیرہ کے لیے خواتین کو مرد ڈاکٹرز کے پاس نہیں جانا پڑے گا، جس سے عورت اجنبی مرد کے سامنے بے پردہ ہونے سے محفوظ رہے گی۔ اس لیے عورت کے لیے ایسی تعلیم کرنا بھی نہ صرف جائز، بلکہ حالات کے تقاضا کے پیشِ نظر ضروری ہے۔

عصری اداروں میں دینیات سے متعلق نصاب:

ہر مسلمان کے لئے دین کی بنیادی واقفیت ضروری ہے، پہلے بچے پانچ، چھ سال بلکہ اس سے بھی زیادہ عمر میں اسکول میں داخل کئے جاتے تھے، اور ابتدائی جماعتوں میں تعلیم کا بوجھ بھی کم ہوا کرتا تھا؛ اس لئے گھر میں بچوں کی بنیادی تعلیم ہو جایا کرتی تھی، خود ماں باپ میں بھی اتنی صلاحیت ہوتی تھی کہ وہ اپنے بچوں کو پڑھا لیں، لیکن مادیت کے غلبہ اور مغربی نظام تعلیم نے اس اہم فریضہ سے نہ صرف لوگوں کو غافل کر دیا ہے، سوال یہ ہے کہ ایسے اسکولوں میں کس حد تک دینی تعلیم شرعا ضروری ہے؛ تاکہ طلبہ وطالبات بقدر واجب دینی تعلیم حاصل کر لیں، اور دوسرے مضامین کی تعلیم بھی متاثر نہ ہو؟

طلبہ وطالبات کو کم از کم اس قدر دینی تعلیم دینا ضروری ہے جس سے وہ اسلام کے بنیادی عقائد اور روز مرہ کے ضروری مسائل مثلاً: حلال وحرام، پاکی وناپاکی، نماز، روزہ، حج اور زکوۃ وغیرہ سے متعلق بنیادی احکام سیکھ جائیں۔ اور بہتر یہ ہے کہ اس کے لیے علمائے کرام کی مشاورت سے ضروری مسائل پر مشتمل ایک جامع اور مختصر نصاب ترتیب دے دیا جائے جس میں وہ تمام ضروری مسائل واحکام جمع کر دیے جائیں جن

سے ایک مسلمان کا واقف ہونا ضروری ہے۔ اور پھر اس کو اسکولز میں داخلِ نصاب کر لیا جائے۔

عورت کا بالغ لڑکوں کو یا مرد کا بالغ لڑکیوں کو تعلیم دینا:

عصرِ حاضر میں اساتذہ کے تقرر میں مرد معلمین اور خواتین معلمات کا مسئلہ بہت ہی اہم ہے، بالغ لڑکے اور بالغ طالبات کے لئے جنس مخالف میں سے ٹیچر مقرر کرنے کے متعلق شرعاً کیا حکم ہو گا؟ یہ مسئلہ اس صورت میں مزید اہم بن جاتا ہے جب خاتون معلمہ کم تنخواہ پر مہیا ہو اور اسکول کی مالی حالت کا تقاضا ہو کہ وہ ان کی خدمت سے استفادہ کرے تو کیا ایسی صورت میں مخالف جنس ٹیچر کا تقرر درست ہو گا؟

اس حوالے سے اسلامی تعلیمات روز روشن کی طرح عیاں ہیں کہ ہر ایسا طریقہ جس سے جنسی بے راہ روی کا راستہ کھلے اسلام اس کی ہر گز اجازت نہیں، لہذا لڑکی کا بالغ لڑکوں کو یا مرد استاذ کا بالغ لڑکیوں کو بغیر پردے کے تعلیم دینا جائز نہیں، البتہ اگر طلبہ اور طالبات دونوں کے لیے علیحدہ علیحدہ انتظام ہو تو پردے کا اہتمام کرتے ہوئے مرد کے لیے بالغ لڑکیوں کو تعلیم دینے کی گنجائش ہے۔ لیکن لڑکی کا بالغ لڑکوں کو تعلیم دینے کا عمل نسبتاً زیادہ سنگین اور فتنے کا باعث ہے، لہذا اس سے بچنے کا بھرپور اہتمام کرنا ضروری ہے، اسی لیے فقہائے کرام رحمہم اللہ نے عورت کی آواز کو ستر میں شامل کیا ہے:

نغمة المرأة عورة، وتعلمها القرآن من المرأة أحب. قال – عليه الصلاة والسلام – «التسبيح للرجال، والتصفيق للنساء» فلا يحسن أن يسمعها الرجل[20].

ترجمہ: عورت کی آواز بھی ستر یعنی چھپانے کی چیز ہے، اس کو قرآن مقدس بھی عورت سے سیکھنا چاہیے، کیونکہ حضور ﷺ نے (نماز میں لقمہ دینے کے متعلق) فرمایا: مردوں کے لیے سبحان اللہ کہنا اور عورتوں کے لیے تالی بجانا ہے، لہذا مرد کا عورت کی آواز سننا اچھا نہیں ہے۔

تاہم جہاں کوئی اور صورت نہ ممکن ہو اور شدید مجبوری کی صورت ہو تو پردے کی مکمل رعایت اور آواز کی لچک و خوبصورتی پیدا نہ کرنے کی شرط کے ساتھ اس کی گنجائش ہو سکتی ہے۔ لیکن چونکہ عام طور پر عصری تعلیمی اداروں میں چونکہ شرعی حدود اور پردے کا اہتمام نہیں کیا جاتا، اس لیے عام حالات میں مذکورہ بالا شرط کی رعایت رکھے بغیر خاتون کا تقرر بالغ طلباء کے لیے اور مرد کا تقرر بالغ طالبات کے لیے کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ شریعت میں اس کی بہت رعایت رکھی گئی ہے، چنانچہ ایک حدیث میں ہے:

عن جرير، قال: سألت رسولَ الله – صلَّى الله عليه وسلم – عن نظرةِ الفَجْأة، فقال: "اصْرِف بَصَرَكَ" [21]

ترجمہ: حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے (غیر محرم عورت پر) اچانک نظر پڑ جانے کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے جواب دیا: آپ اپنی نظر کو (اس سے) پھیر لیں۔

اسکولوں میں شرکیہ ترانوں کا پڑھنا:

بعض سرکاری اور پرائیویٹ اسکولوں میں مشرکانہ ترانے، وندے ماترم یا گیتا کے اشلوک شروع میں پڑھوائے جاتے ہیں، سوریہ نمسکار (صبح

کے وقت جھک کر سورج کو سلام کرنے کا ایک عمل) کرایا جاتا ہے، یوگا
کرایا جاتا ہے، جس کا ایک جز سوریہ نمسکار بھی ہے، کہیں طلبہ پر اس کو لازم کر دیا گیا ہے، کہیں اس کی ترغیب دی جاتی ہے اور اس کے لئے ماحول سازی کی جاتی ہے، بعض ریاستوں میں خود ریاستی حکومت نے اسکولوں پر اس کا آرڈر جاری کر دیا ہے، مشنری اسکولوں میں حضرت عیسی علیہ السلام کی فرضی تصویر یا مجسمہ کے سامنے دعا کرائی جاتی ہے، اور اگرچہ اس کو لازم نہیں کیا جاتا ہے لیکن ترغیب دی جاتی ہے، یہاں تک کہ بعض مسلمان انتظامیہ اسکول میں زیادہ داخلے کی لالچ یا حکومت کو خوش کرنے کے لئے اس طرح کا عمل کراتے ہیں تو اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ:

مسلمان انتظامیہ کے لیے کوئی بھی ایسا ترانہ اسکول یا کسی ادارے میں رائج کرنا جائز نہیں جس میں شرکیہ الفاظ ہوں یا وہ غیر شرعی تعلیمات کی عکاسی کرتا ہو۔ ایسے ترانوں سے اجتناب ضروری ہے، ورنہ اسکول کی انتظامیہ اور ترانے والے بالغ طالب علم سب گناہگار ہوں گے۔ لہذا اگر اسکول کی انتظامیہ کی طرف سے مشرکانہ اور خلافِ شرع ترانے پڑھنا لازم ہوں تو ایسی صورت میں بچوں کو ایسے اسکول میں بھیجنا جائز نہیں۔ البتہ اگر ایسا ترانہ پڑھنے اور نہ پڑھنے میں طالبِ علم کو اختیار ہو تو بھی دیگر اسکولز موجود ہونے کی صورت میں بچوں کو ایسے اسکول میں نہیں بھیجنا چاہیے، کیونکہ بچے ماحول سے اثر لیتے ہیں، دوسرے بچوں کو دیکھ کر وہ بھی ایسے شرکیہ ترانے پڑھنا شروع کر دیں گے۔

نماز کے اوقات میں تعلیم کا حصول:

عصری تعلیمی اداروں کو ایک مسئلہ یہ بھی درپیش ہے کہ سیکنڈ ٹائم میں جو کلاسز ہوتی ہیں ان میں نماز کے اوقات میں بھی کلاسز کا سلسلہ جاری رہتا ہے، سوال یہ ہے کہ کیا نماز کے اوقات میں کلاسز کا جاری رہنا شرعی نقطۂ نظر سے درست ہے؟ تو شریعت کی تعلیمات میں اس کا جواب بالکل واضح ہے کہ نماز کے اوقات میں کوئی دینی یا دنیوی کام کرنا ناجائز اور منع ہے، خصوصاً اگر نماز قضا ہونے کا اندیشہ ہو تو اس کی قطعاً اجازت نہیں، نماز اللہ تعالٰی کی سب سے اہم عبادت اور اسلام کا اعلی ترین رکن ہے، جس میں کسی قسم کی کوتاہی اور غفلت کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔

نماز کے بارے میں اسلام نے قطعی دلائل کی بنیاد پر بہت مضبوط اور سخت موقف اپنایا ہے، یہاں تک کہ جب اسلام اور کفر کی لڑائی زوروں پر ہو، دونوں طرف سے تلواریں چل رہی ہوں، مجاہدین شہید اور کفار واصلِ جہنم ہو رہے ہوں تو بھی نماز میں تاخیر کی اجازت نہیں دی گئی، بلکہ گروہ بندی کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا، چنانچہ قرآن مقدس میں ارشادِ باری تعالٰی ہے:

{وَإِذَا كُنْتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَاةَ فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا أَسْلِحَتَهُمْ فَإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا مِنْ وَرَائِكُمْ وَلْتَأْتِ طَائِفَةٌ أُخْرَى لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ} [النساء: 102] [22]

ترجمہ: اور (اے پیغمبر ﷺ) جب آپ ان کے درمیان موجود ہوں تو انہیں نماز پڑھائیں پھر (دشمن کے مقابلے کے وقت اس کا طریقہ یہ ہے کہ) مسلمانوں کا ایک گروہ تمہارے ساتھ کھڑا ہو جائے اور اپنے ہتھیار ساتھ لے لے۔ پھر جب یہ لوگ سجدہ کر چکیں تو تمہارے پیچھے

سے ہٹ جائیں اور دوسرا گروہ جس نے ابھی تک نماز نہیں پڑھی، آگے آجائے پھر وہ تمہارے ساتھ نماز پڑھے اور وہ اپنے بچاؤ کا سامان اور اپنے ہتھیار ساتھ لے لے۔

یہ بات یاد رہے کہ فقہائے کرام رحمہم اللہ نے حالتِ جنگ میں نماز کے تفصیلی احکام بیان فرمائے ہیں، اگر حالات بہت سخت ہو جائیں تو پھر گھوڑوں کی پیٹھوں پر تنہا تنہا اشارے سے نماز پڑھنے کی اجازت دی گئی، لیکن نماز چھوڑنے کی اجازت پھر بھی نہیں۔ لہذا ادارے کی انتظامیہ کو چاہیے کہ ایسا نظم قائم کریں کہ جس سے نماز کے اوقات میں خلل واقع نہ ہو، اگر تمام طلباء کا بیک وقت نماز پڑھنا ممکن نہ ہو تو کم از کم ایسا انتظام ضرور ہونا چاہیے کہ وقت کے اندر مختلف جماعتوں کی شکل میں تمام طلباء نماز پڑھ سکیں۔

نتائج بحث:

گزشتہ بحث کا حاصل یہ ہے کہ عصری تعلیم حوالے سے ایک مثالی اسلامی نظام تشکیل دیتے ہوئے مذکورہ بالا "17 امور" کو ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے۔ متذکرہ تحقیق ہمیں یہ باور کرواتی ہے کہ اسلام دنیوی تعلیم کی فی نفسہ حوصلہ افزائی کرتا ہے، البتہ اس میں شرعی اصولوں کی پاسداری انتہائی ناگزیر امر ہے، لہذا عصری تعلیمی اداروں کو درج ذیل امور لحاظ رکھنا شریعت کا تقاضا ہے:

1) عصری تعلیمی اداروں میں رائج نصاب ایسا ہونا چاہیے جس میں فحش اور جاندار کی تصاویر نہ ہوں، اس میں جنسی اور شرکیہ مواد پر مشتمل غیر اسلامی تعلیمات نہ ہوں اور اسلام سے متعلق بنیادی چیزیں توحید، رسالت، قبر، حشر اور جنت ودوزخ سے متعلق امور داخلِ نصاب ہوں۔

2) بعض اوقات تعلیمی اداروں میں جھوٹ کا ارتکاب کرنا پڑتا ہے، جیسے بچوں کے داخلے کے وقت عمر کم لکھوانے کا عام رواج ہے، اسی طرح ماہانہ حاضری پوری کرنے کے لیے غیر حاضر بچوں کی بھی حاضری لگادی جاتی ہے، جبکہ یہ صریح جھوٹ ہے، جس کی قطعاً اجازت نہیں۔

3) لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے ہاسٹل اور کلاسز علیحدہ علیحدہ ہوں، نیز بہتر یہ ہے کہ لڑکیوں کو خواتین اور لڑکوں کو مرد حضرات پڑھائیں، تاکہ آپس میں اختلاط کی صورت پیدا نہ ہو۔

4) ایسا یونیفارم لازم نہ کیا جائے جس میں اعضاء مستورہ کی ساخت اور ہیئت ظاہر ہوتی ہو، نیز لڑکیوں کے لیے ایسا یونیفارم لازم کیا جائے، جس میں حجاب یا کم از کم اسکاف ضرور ہو۔

5) نماز کے اوقات میں کلاسز کا انعقاد نہ ہو، تاکہ ادارے میں مجموعی طور پر نماز قائم کرنے کا ماحول نمایاں ہو اور اللہ تعالیٰ کے عظیم حکم کی عظمت دوبالا ہو۔ کیونکہ تعلیم کی وجہ سے نماز چھوڑنے کی قطعاً اجازت نہیں۔

حوالہ جات وحواشی

[1]https://www.faithbaseded.org/why-choose-fbe

https://www.warnerpacific.edu/9-benefits-to-attending-a-faith-based-college/

[2] https://www.schoolfinder.com/Discover/Article/1/5097/The-Surprising-Benefits-of-Faith-Based-Universities

[3] https://propakistani.pk/2021/07/30/quran-is-now-a-compulsory-subject-in-punjabs-schools-and-colleges/

https://www.geo.tv/latest/360381-punjab-makes-naazra-quran-education-mandatory-for-all-schools

[4] https://www.thenews.com.pk/latest/467412-pm-imran-launches-al-qadir-university-to-teach-sufism-create-future-leaders

[5]http://www.kulyatushariah.edu.pk/index.php/en/jamia/education

[6]القرآن الکریم[الأنفال:60]

[7]الألوسی، شہاب الدین محمود بن عبداللہ (المتوفی:1270ھ)روح المعانی(220/5)التحقیق: علی عبدالباری عطیۃ،ط: دارالکتب العلمیۃ- بیروت۔

[8]الطیالسی، ابوداود سلیمان بن داود بن الجارود البصری (المتوفی:204ھ)، مسند أبی داود(349/2)التحقق: الدکتور محمد بن عبدالمحسن الترکی،ط: دار ہجر- مصر۔

[9]القرآن الکریم[الأحزاب:59]

[10]السجستانی، ابوداود سلیمان بن الأشعث، (المتوفی:275ھ) سنن ابی داود(133/1)ت: محمد محيي الدين عبدالحمید،ط: المکتبۃ العصریۃ، صیدا- بیروت۔

[11]ابن عابدین، محمد امین بن عمر بن عبدالعزی، ردالمحتار فی شرح الدر المختار(406/1)ط: ایچ ایم سعید، کراچی۔

[12]السرخسی، شمس الأئمۃ محمد بن احمد بن ابی سہل (المتوفی:483ھ)، المبسوط للسرخسی(211/30)ط: دار المعرفۃ- بیروت۔

[13]ابن خزیمۃ، ابو بکر محمد بن اسحاق النیسابوری (المتوفی:311ھ) صحیح ابن خزیمۃ(1185/2)الناشر: المکتب الإسلامی، بیروت۔

[14]الشیبانی، ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل (المتوفی:241ھ)مسند احمد(300/14)ت: شعیب الأرنؤوط،ط: مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت۔

[15]جماعۃ من علماء الہند، الفتاوی الہندیۃ(413/4)، دار الفکر، بیروت۔

[16]ایضاً

[17]ابن الہمام، کمال الدین محمد بن عبدالواحد (المتوفی:861ھ)، فتح القدیر (ج4/ص180)دار الفکر، بیروت۔

[18]ابن عابدین، محمد امین بن عمر بن عبدالعزی، ردالمحتار فی شرح الدر المختار (ج2/ص377)ط: ایچ ایم سعید، کراچی۔

[19]الترمذی، محمد بن عیسی بن سَوْرۃ بن موسی (المتوفی:279ھ)، سنن الترمذی(701/4)ت: بشار عواد الناشر: دار الغرب الإسلامی- بیروت۔

[20]ابن عابدین، محمد امین بن عمر بن عبدالعزی، ردالمحتار فی شرح الدر المختار(406/1)ط: ایچ ایم سعید، کراچی۔

[21]السجستانی، ابوداود سلیمان بن الأشعث، (المتوفی:275ھ)، سنن ابی داود(481/3)ت: محمد محيي الدين عبدالحمید،ط: المکتبۃ العصریۃ، صیدا- بیروت۔

[22]القران الکریم[النساء:102]

References

1. https://www.faithbaseded.org/why-choose-fbe

https://www.warnerpacific.edu/9-benefits-to-attending-a-faith-based-college/
2. https://www.schoolfinder.com/Discover/Article/1/5097/The-Surprising-Benefits-of-Faith-Based-Universities
3. https://propakistani.pk/2021/07/30/quran-is-now-a-compulsory-subject-in-punjabs-schools-and-colleges/
https://www.geo.tv/latest/360381-punjab-makes-naazra-quran-education-mandatory-for-all-schools
4. https://www.thenews.com.pk/latest/467412-pm-imran-launches-al-qadir-university-to-teach-sufism-create-future-leaders
5. http://www.kulyatushariah.edu.pk/index.php/en/jamia/education
6. Al-Qur'an al-Kareem [Al-Anfal: 60]
7. Al-Alusi, Shahab al-Din Mahmud ibn 'Abd Allah (1270 AH), Ruh al-Ma'ani (5/220), Al-Inquisi: Ali 'Abd al-Bari Atiyyah, Dar al-Katab al-Ilmiyyah, Beirut.
8. Al-Tayyalisi, Abu Dawud Saliman bin Dawood bin Al-Jarud al-Basri (204 AH), Musnad Abi Dawood (2/349), al-Thaqiq: Al-Daktoor Muhammad bin Abdul Muhsin al-Turki, Dar-e-Hijr - Egypt.
9. Al-Qur'an al-Kareem [Al-Ahzab: 59]
10. Al-Sajistani, Abu Dawud Saliman ibn al-Ash'ath, (al-Mutaufi: 275 AH), Sunan Abi Dawood (1/133) by Muhammad Mohi al-Din 'Abd al-Hamid, al-Maktaba al-'Asriyyah, Sayyida- Beirut.
11. Ibn Abidin, Muhammad Ameen bin Umar bin 'Abd al-'Azee, Radd al-Muhtar fi Sharh al-Dar al-Mukhtar (1/406) by H.M. Saeed, Karachi.
12. Al-Sharhsi, Shams al-'Ayma Muhammad bin Ahmad bin Abi Sahl (483 AH), al-Mabsut al-Sharhsi (30/211).
13. Ibn Khuzaima, Abu Bakr Muhammad bin Ishaq al-Nisaburi (311 AH), Saheeh Ibn Khuzaima (2/1185), Al-Nashr: Al-Maktab al-Islami, Beirut.
14. Abu 'Abd Allah Ahmad ibn Muhammad ibn Hanbal (241 AH), Musnad Ahmad (14/300) and Shayb al-Nawwat, Al-Mussat al-Rasala, Beirut.
15. Jama'at min Ulama-ul-Hind, Al-Fataawa al-Hindiyyah (4/413), Dar-ul-Fikr, Beirut.
16. Ibid.
17. Ibn al-Hammam, Kamal al-Din Muhammad b. 'Abd al-Wahid (al-Mutafi: 861 AH), Fath al-Qadeer (vol. 4/ p. 180), Dar-ul-Fikr, Beirut.
18. Ibn Abidin, Muhammad Ameen bin Umar bin 'Abd al-'Azee, Radd al-Muhtar fi Sharh al-Dar al-Mukhtar (vol. 2/ p. 377) by H. M. Saeed, Karachi.
19. Al-Tirmidhi, Muhammad b. 'Aisi b. Surah b. Musa (279 A.H.), Sunan al-Tirmidhi (4/701), Bashar Awwad al-Nashr: Dar al-Gharb al-Islami - Beirut.
20. Ibn Abidin, Muhammad Ameen bin Umar bin 'Abd al-'Azee, Radd al-Muhtar fi Sharh al-Dar al-Mukhtar (1/406) by H.M. Saeed, Karachi.
21. Al-Sajistani, Abu Dawud Saliman ibn al-Ash'ath, (al-Mutaufi: 275 AH), Sunan Abi Dawood (3/481), Muhammad Mohi al-Din 'Abd al-Hamid, al-Maktaba al-'Asriyyah, Sayyida- Beirut.
22. Al-Qur'an al-Kareem [al-Nisa: 102]